Fikr-o-Nasar (Islamabad) 5:9 (1968)

نواب عبداللطیف

بنگال میں مسلم ماڈرن ازم کے پیشرو

ڈاکٹر معین الدین احمد خان

برصغیر پاک و ہند میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے جو اثرات ظاہر ہوئے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ دوسرے علاقوں کی طرح بنگال میں بھی مسلم تجدد پسندی کی ابتدا ہوئی۔ جنگ آزادی سے پہلے ہر جگہ مسلمان اپنی تہذیب و ثقافت کو سب سے ارفع و اعلیٰ سمجھتے تھے اور انگریزوں نے ان کی سلطنتوں پر جو قبضہ کر رکھا تھا، اسے وہ غم و غصہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کا رویہ انگریزوں سے مخاصمانہ اور بیزاری کا تھا۔ انھوں نے انگریزی زبان کو نظر انداز کر دیا۔ اور انگریزی زبان کی بدولت برصغیر میں مغرب کے جو آزادانہ افکار و نظریات امڈ آئے تھے، انھوں نے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ مسلمانوں کا اونچا طبقہ اب بھی اپنی سازشوں کی اثر انگیزی اور فرسودہ جنگی حکمت عملی پر یقین رکھتا تھا اور مذہبی ذہن رکھنے والے لوگ اپنی قوت و وقار کی بحالی کے لئے مذہبی اصلاحی تحریکوں سے اپنی امیدیں وابستہ کئے ہوئے تھے۔ جنگ آزادی میں مسلمانوں کی جنگی حکمت عملی جس طرح ناکام ہوئی اور انگریزوں نے مسلمانوں کا جس طرح قتل عام کیا، اس سے ان نیک خواہشات کا خاتمہ ہو گیا، اور برصغیر میں مسلمان معاشرہ میں تجدد پسندی (ماڈرن ازم) کے لئے اپنی جڑیں مضبوط کرنے کا راستہ صاف ہو گیا۔ جنگ آزادی کے بعد جبکہ مسلمانوں کے ذہنوں پر تحریک جہاد کے اثرات باقی تھے تو روشن خیال متوسط طبقے کو، جو بنگال اور دیگر مقامات پر ابھر رہا تھا، احساس ہوا کہ مسلمانوں کو اپنے فرنگی حاکموں سے سمجھوتہ کر لینا چاہیئے۔ اس طبقے نے اس بات کی ضرورت بھی محسوس کی کہ جس طرح بنگال کے ہندو نصف صدی قبل سے جدید تعلیم حاصل کر رہے تھے، اسی طرح مسلمانوں کو بھی جدید تعلیم سے آراستہ ہو کر ترقی کے لئے آئینی اصول وضع کرنے چاہئیں۔ یہ احساس بنگال میں

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

نواب عبداللطیف اور شمالی ہندوستان اور پنجاب میں سرسید کی تحریروں اور کوششوں کے نتیجے کے طور پر پیدا ہوا۔ تاہم نواب عبداللطیف نے اپنا کام سرسیّد سے پہلے شروع کیا اور سرسیّد ان سے متاثر نظر آتے ہیں۔

عبداللطیف ۱۸۲۸ء میں مشرقی پاکستان کے ضلع فرید پور میں ایک قاضی خاندان میں پیدا ہوئے اور انھوں نے جولائی ۱۸۹۳ء میں ۶۶ سال کی عمر میں بمقام کلکتہ وفات پائی۔ سر ایچ۔ جے۔ کاٹن لکھتے ہیں کہ نواب عبداللطیف ایک معزز لیکن غریب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور ترقی کرتے کرتے ایک مدرسہ کے استاد سے اپنے ہموطنوں کے لیڈر اور اپنے زمانہ کی ممتاز ترین عوامی شخصیّت بن گئے۔ سر کاٹن کے بقول وہ اپنی ذاتی کاوشوں کی بدولت ہی اس بلند مرتبہ تک پہنچے۔ اوائل عمر میں ان کو تعلیم کے لئے کلکتہ بھیجا گیا۔ جہاں وہ مدرسہ عالیہ میں پڑھتے رہے اور بی اے پاس کرنے کے بعد اسی ادارہ میں انگریزی کے پروفیسر بن گئے۔ ایک ہم عصر انگریزی ادیب آر میبنیس وہمپری ان کے بارے میں لکھتا ہے کہ وہ انگریزی ادب میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور گفت گو میں شیکسپیئر کی زبان استعمال کرنے کے بڑے شائق تھے۔ ۱۸۴۹ء میں ان کو ڈپٹی مجسٹریٹ مقرر کیا گیا۔ انھیں انصاف سے جو محبّت تھی اور اسے برقرار رکھنے کے لئے ان میں جو اخلاقی جراءت تھی۔ وہ اس بات سے واضح ہو جاتی ہے کہ جب وہ ۱۸۵۳ء میں چوبیس پرگنہ میں تعینات تھے۔ نیل کی کاشت کاری کے مالک یورپی ہندوستانی کسانوں پر ظلم وستم کرتے تھے، جس کے خلاف عبداللطیف نے جراءت مندانہ موقف اختیار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا وہاں سے تبادلہ کر دیا گیا۔ "کلکتہ ریویو" نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ایک مسلمان ڈپٹی مجسٹریٹ نے نیل کی کاشت کاری کے مالکوں کی طرف سے کسانوں کی زمینوں پر جابرانہ مداخلت بیجا کو روکنے کی کوشش کی تو اسے حکام کی ناراضگی مول لینا پڑی اور اس کا ایسے ضلع میں تبادلہ کر دیا گیا، جہاں نیل کی کاشت نہیں ہوتی۔

بہر حال وہ قلیل مدّت ہی میں انگریز افسروں اور کلکتہ کے اونچے طبقہ میں مقبول ہوگئے۔ اور ۱۸۵۳ء میں وہ ایک استاد مُصلح کے جوش وولولہ کے ساتھ مسلمانوں کی ترقی کے لئے آگے بڑھے۔ ۱۸۵۳ء میں عبداللطیف نے بہترین مضمون لکھنے پر ایک سو روپیہ دینے کا اعلان کیا جس کا موضوع تھا۔ "ہندوستان کے موجودہ حالات میں مسلمان طلبہ کو انگریزی زبان کے ذریعے یورپی علوم سے

روشناس کرایا جائے تو انہیں کس قدر فائدہ ہوگا اور اس قسم کی تعلیم دینے کے لئے سب سے زیادہ قابل عمل ذرائع کون سے ہیں؟" سارے برصغیر کے تعلیم یافتہ مسلمانوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے یہ مضمون فارسی میں مانگا گیا تھا جو پڑھے لکھے طبقے کی زبان تھی۔ اس مضمون کا حوصلہ افزا ردعمل ظاہر ہوا اور پنجاب، صوبہ سرحد، اودھ، بمبئی، بہار اور بنگال سے بڑی تعداد میں مضامین موصول ہوئے۔ سر جمشید جی بھائی اسکول بمبئی کے استاد مولوی عبدالفتح کا مضمون بہترین قرار دیا گیا اور انعام ان کو ملا۔ لیکن اس کے علاوہ کئی دوسرے مضامین بھی نمایاں طور پر اچھے تھے اور چٹا گانگ کے ایک عربی کے استاد کا مضمون سوم قرار دیا گیا۔ مضمون لکھنے والوں نے عام طور پر مسلمانوں میں انگریزی زبان اور جدید علوم کی تعلیم دینے والوں کی تحریک کی حمایت کی۔ لیکن چند لکھنے والوں نے اس کی مخالفت بھی کی اور بعضوں نے تو انعام دہندہ پر اسلام دشمن اور تخریب پسند ہونے کا الزام بھی لگایا۔

۱۸۵۳ء میں حکومت بنگال نے بنگال اور کلکتہ میں مسلمانوں کی تعلیمی سرگرمیوں کے مرکز مدرسہ عالیہ کلکتہ کے معاملات کی تحقیقات کے لئے اعلیٰ اختیارات کی ایک تحقیقاتی کمیٹی بھی قائم کی تھی۔ کونسل آف ایجوکیشن کے ایک اہم ممبر جے۔ آر۔ کالون کی حوصلہ افزائی پر عبداللطیف نے حکومت اور تحقیقاتی کمیٹی کے ممبروں پر صحت مند انگریزی تعلیم دلانے کی اہمیت و ضرورت پر زور دیا۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے کمیٹی کی رپورٹ میں اینگلو پرشین اسکول کا منصوبہ شامل کر لیا گیا اور بعد میں حکومت نے اسے منظور کر لیا۔ اس طرح ۱۸۵۴ء میں مدرسہ عالیہ میں اینگلو پرشین شعبہ کھولا گیا جس میں ۶ سالہ کورس جونیئر اسکالرشپ اسٹینڈرڈ تک انگریزی اور فارسی دونوں زبانیں پڑھائی جاتی تھیں۔ قاضی عبدالمنان نے لکھا ہے کہ اس طرح ایک طرف تو عبداللطیف نے مسلمانوں میں مغربی تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کیا اور دوسری طرف حکومت کو اس سلسلے میں مسلمانوں کی مدد کرنے پر آمادہ کیا۔

غرضیکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ عبداللطیف ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے ہی اس میدان میں کام کر رہے تھے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے" وہ پند و نصیحت اور منت سماجت سے اپنے ہم مذہبوں سے اپیل کر رہے تھے کہ اگر وہ ہندوؤں کے دوش بدوش مقابلہ میں اپنی حیثیت برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو اپنے بیٹوں کو انگریزی تعلیم دلائیں۔ سر ڈبلیو۔ سی۔ بینھرم کے مطابق نواب عبداللطیف نے یہ حقیقت جان لی تھی کہ اس برصغیر اور خصوصاً دنیا کے دیگر حصوں میں مواصلات اور نقل و حمل کے تیز رفتار وسائل کی بدولت برصغیر کے

حالات میں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ لوگوں کی ضروریات اور خواہشات بھی بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں انھوں نے خود کو اور اپنی نسل کو ترقی یافتہ دنیا میں پایا۔ اس طرح وہ اس بات سے بھی آگاہ ہو گئے کہ ان کے وطن کے نوجوانوں کو مناسب قسم کی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے تاکہ جدید دَور کا انسان جن چیزوں سے فائدہ اٹھا رہا ہے، ان سے مسلمان بھی فائدہ اٹھائیں اور وسیع دنیا میں کامیابی سے مقابلہ کر کے اس میں اپنے لئے مقام حاصل کریں۔ تاہم انھوں نے دیکھا کہ ان کے ہم مذہب "جدید تعلیم میں پس ماندہ" ہیں۔ اس لئے انھوں نے اپنے بھائیوں کے ذہن سے تعصّب کو دُور کرنے اور ان کو جدید تعلیم دلانے کے لئے اپنی ساری زندگی وقف کر دی۔

عبداللطیف نے جب مسلم تجدد پسندی (ماڈرن ازم) کی بنیاد رکھی، اس کے کئی مقاصد تھے۔ ان میں سے پہلا یہ تھا کہ مسلمان اپنے کلچر کو برقرار رکھتے ہوئے مغربی علوم و فنون کی تعلیم حاصل کریں تاکہ انگریزوں نے جو نیا نظام قائم کیا ہے، اس کے فوائد میں سے وہ اپنا حصّہ حاصل کریں۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کی انگریزوں سے وفاداری کی پالیسی کو ترقی دینے کے لئے ان کے مخالفانہ احساسات کی شدت میں کمی کی جائے اور انگریزوں کے دل میں مسلمانوں کے بارے میں جو شکوک و شبہات ہیں، ان کو دُور کیا جائے۔ تیسرا مقصد یہ تھا کہ بنگال کے ہندوؤں سے مقابلہ کیا جائے جو ترقی کی دوڑ میں مسلمانوں سے بہت آگے نکل گئے تھے۔ چوتھا مقصد، جو جنگ آزادی کے گزرنے کے بعد سب سے زیادہ نمایاں ہو گیا تھا، یہ تھا کہ انگریز حکمرانوں اور مسلمان رعایا میں باہمی رابطہ قائم کیا جائے۔ سر سیّد اور اس زمانے کے دوسرے ہندی لیڈروں کی طرح عبداللطیف اس بات کے قائل تھے کہ انگریز ہندوستان میں جم گیا ہے۔ اس لئے مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ برطانوی حکمرانوں کے ساتھ وفاداری کی پالیسی پر عمل کیا جائے۔ اس وقت خلافت ترکیہ اور تاج برطانیہ کے درمیان جو دوستانہ تعلقات قائم تھے، ان کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے عبداللطیف نے اس سے اپنے اس مقصد کے حصول میں مدد لی۔

تاہم جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے بنگال کے مسلمانوں میں مسلم تجدد پسندی کے قدم زیادہ آگے نہیں بڑھے۔ جنگ آزادی کے دوران حکومتِ بنگال نے مدرسۂ عالیہ کلکتہ کے طالب علموں کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا اور اس دَور کے لفٹیننٹ گورنر سر الیف ہیلیڈے نے مدرسہ کو بالکل بند کر دینے کے اقدامات کرنے چاہے لیکن یہ اس لئے نہ ہو سکا کہ گورنر جنرل اور سیکرٹری آف اسٹیٹ کا

خیال تھا کہ یہ اقدام عاجلانہ اور غیر دانش مندانہ ہے اور انھوں نے مدرسہ کے خلاف اس کے فارغ التحصیل عبداللطیف کی وجہ سے کوئی اقدام نہ کیا۔ ۱۸۶۰ء میں مدرسہ کو بند کرنے کی تجویز مسترد کرتے ہوئے گورنر جنرل نے کہا کہ مدرسہ نے زیریں بنگال (مشرقی پاکستان) کی مسلمان آبادی کی نظروں میں اس قدر حیثیت و وقار حاصل کر لیا ہے کہ اس کو بالکل ختم کر دینے سے خطرناک سیاسی ردّ عمل ہوگا۔ نیز مدرسہ کے عبداللطیف جیسے فارغ التحصیل طلبہ نے جنگ آزادی کے دوران جس شاندار وفاداری کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے لفٹیننٹ گورنر کی یہ بات غلط ثابت ہو جاتی ہے کہ مدرسہ بغاوتوں اور سازشوں کا اکھاڑہ بن چکا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے بعد مسلم تجدّد پسندی نے عبداللطیف کی قیادت اور بعد ازاں بنگال کے عظیم فرزند سیّد امیر علی (۱۸۴۹-۱۹۲۸ء) کی رہنمائی میں بہت زور پکڑا۔

مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے اور ان کی ایک مؤثر تعلیمی تحریک قائم کرنے کے لئے عبداللطیف نے ۱۸۶۳ء میں کلکتہ میں محمڈن لٹریری سوسائٹی قائم کی۔ اس سوسائٹی کا مقصد یہ تھا کہ ہر ماہ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں میں تقریروں، مقالات اور باہمی بات چیت کے ذریعے ادب، سائنس اور معاشرہ کے بارے میں مسلمانوں کے اونچے اور تعلیم یافتہ طبقہ کو مفید معلومات سے روشناس کرایا جائے۔ سرسیّد اس سوسائٹی سے بہت متاثر تھے اور عبداللطیف اپنے پمفلٹ "تعلیم کو خصوصاً مسلمانوں میں فروغ دینے کے سلسلے میں میری حقیر کوششوں کی مختصر روئیداد" میں لکھتے ہیں "اسی دوران میں میرے معزز دوست اور معروف مولوی سید احمد خان بہادر، جو اس وقت غازی پور میں صدر امین تھے، پہلی بار کلکتہ تشریف لائے تو میرے ہاں مہمان ٹھہرے۔ انھوں نے حال ہی قائم کی گئی محمڈن لٹریری سوسائٹی کے چھٹے ماہانہ اجلاس میں شرکت کی اور فارسی میں "حب الوطنی اور ہندوستان میں علم کو فروغ دینے کی اہمیت" پر لیکچر دیا۔

"کلکتہ سے واپسی پر میرے صاحب علم دوست نے "ایک سوسائٹی کے قیام کے لئے پراسپکٹس" جاری کیا جس کا مقصد ہندی، اردو، فارسی اور عربی میں خود اپنے مصنفین کی بہترین تصانیف اور یورپی اور امریکی اہل علم کی بہترین تصانیف کے تراجم شائع کرنا تھا۔" عبداللطیف اس سوسائٹی کی ڈائریکٹو کونسل کے ممبر مقرر کئے گئے۔ اس زمانہ کے ایک با اثر اخبار "ہندو پیٹریاٹ" نے مسلمانوں میں جدید تعلیم پھیلانے کی تحریک میں عبداللطیف اور سرسیّد کے قائدانہ کردار کی تعریف کی اور غازی پور سوسائٹی کو لٹریری

سوسائٹی کلکتہ کا نمنہ" قرار دیا. عبداللطیف نے مسلمانوں میں تعلیم پھیلانے کے سلسلے میں جو کوششیں کیں، ان کے اعتراف کے طور پر اس وقت کے وائسرائے سرجان لارنس نے ان کو طلائی تمغہ دیا۔ اور ۱۸٦۷ء میں "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" تحفتہً دی. حکومت بنگال کے سیکرٹری نے اپنی رپورٹ میں محمڈن سوسائٹی کے بارے میں لکھا کہ یہ سوسائٹی اس طرح کی دیگر کئی سوسائیٹیوں کی حیات نو کا ذریعہ اوران کے لئے نمونہ بن گئی ہے۔ اورعبداللطیف کی تعلیمی تحریک نے برصغیر ہندو پاک کے مسلمانوں میں نئی روح پھونک دی ہے۔" زاہد حسین نے بجا لکھا ہے کہ سرسیّد احمد خان نے شمالی ہندوستان میں پالیسی کے جن خطوط پر روشن خیالی سے عمل کیا، عبداللطیف پہلے ہی کئی طریقوں سے اس کی داغ بیل ڈال چکے تھے۔

حاجی محمد حسین نے ہگلی میں وقف کی جو بہت سی املاک چھوڑی تھیں، اسے حکومت نے انگلش اسکول، جس پر ہندوؤں کی اجارہ داری ہوگئی تھی، چلانے کے لئے استعمال کیا. اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لئے ایک مدرسہ بھی چل رہا تھا جو زبردست بدنظمی کا شکار ہو گیا تھا. لیفٹیننٹ گورنر جے۔ پی۔ گرانٹ کے حکم پر دسمبر ۱۸٦۱ء میں مسلمانوں کے تعلیمی نظام، بنگال کے مسلمانوں کے معاشرتی حالات، تعلیم یافتہ طبقوں کو پیش آنے والی مشکلات اور انگریزی تعلیم کے ساتھ عربی تعلیم ملا دینے کے بارے میں ایک پمفلٹ لکھا اور اسے حکومت کے غور کے لئے پیش کر دیا. اس میں انھوں نے کہا کہ فارسی اورعربی میں مہارت حاصل کئے بغیر کوئی مسلمان بھی بنگال کے مسلمانوں کے اونچے طبقے میں باعزت مقام حاصل نہیں کرسکتا. اس لئے انھوں نے کہا کہ اگر حکومت واقعی مسلمانوں میں انگریزی تعلیم عام کرنا چاہتی ہے تو اسے انگریزی اسکولوں میں عربی اور فارسی کی تعلیم بھی شامل کرنی چاہیئے۔ انھوں نے سرسری طور پر مسلمانوں کی دو طبقوں میں تقسیم کی۔ اوّل پڑھا لکھا طبقہ جس میں شامل افراد نے خود کو مذہبی تعلیم کے لئے وقف کر دیا ہے اور جس کی تلاش میں وہ ضرورت پڑنے پر چین تک بھی جائیں گے۔ وہ عام طور پر غریب ہیں مگر معاشرہ میں ان کو بڑا باعزت مقام حاصل ہے۔ وہ انگریزی زبان سیکھنے کے خواہش مند نہیں ہیں۔ دوسرا "دنیادار طبقہ" ہے جو اکثریت میں ہے۔ اور جو انگریزی اور فارسی سیکھنے کا خواہش مند ہے۔ فارسی کی کچھ شُدبُد ان کی معاشرتی ضروریات کو پورا کر دے گی۔ دوسری طرف اس طبقے کے لوگ انگریزی تعلیم حاصل کرکے اس دنیا میں پھلنا

پھولنا چاہتے ہیں۔ ان دونوں طبقوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے نواب عبداللطیف نے سفارش کی کہ پہلے طبقہ کے لئے ہگلی کے مدرسہ کا درجہ بڑھا دیا جائے اور دوسرے طبقے کے لئے ایک اینگلو پرشین اسکول کھولا جائے۔ ۱۸۶۲ء میں عبداللطیف لیفٹیننٹ گورنر گرانٹ کو یہ بات تسلیم کرانے میں کامیاب ہو گئے کہ مسلمان ہی حاجی محسن کے وقف فنڈ سے استفادہ کے حق دار ہیں لیکن لیفٹیننٹ گورنر کی انگلستان کو فوری واپسی پر حکومت نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔ ۱۸۶۳ء میں جن وجوہات کی بنا پر انھوں نے محمڈن لٹریری سوسائٹی قائم کی، ان میں سے ایک وجہ حکومت کی طرف سے یہ بے توجہی تھی۔ اس پلیٹ فارم سے وہ مسلمانوں کی خصوصاً تعلیمی شکایات کا اظہار کرتے رہے اور حکومت نے حاجی محسن فنڈ کے سلسلے میں مسلمانوں سے جو بے انصافی کی تھی، اس کے بارے میں تحریر و تقریر سے حکومت کی توجہ اس طرف دلاتے رہے۔

۱۸۶۷ء میں جب حکومت بنگال نے مدرسۂ عالیہ کلکتہ کو بند کرنے کی دوسری کوشش کی تو ایک بااثر انگریز نے "کلکتہ ریویو" کے کالموں میں اس تحریک کی زبردست حمایت کی۔ اس کے جواب میں عبداللطیف نے اسلامی تعلیم پر مقالہ لکھا اور ۳۰ رجون ۱۸۶۸ء میں بنگال سوشل سائنس ایسوسی ایشن کے اجلاس میں پڑھا۔ اس مقالہ میں انھوں نے مدرسہ عالیہ کی مختصر تاریخ بیان کی اور حکومت سے اپیل کی کہ وہ انگریزی تعلیم کے لئے مسلمانوں کو زیادہ سہولتیں دے اور سفارش کی کہ اینگلو پرشین شعبہ کا درجہ بڑھا کر اسے ہائی اسکول اور پھر کالج کے درجہ تک بڑھا دیا جائے۔ بالآخر ۱۸۶۹ء میں حکومت نے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی۔ ڈویژنل کمشنر، پریذیڈنسی کالج کے پرنسپل اور عبداللطیف اس کے ممبر تھے۔ اس کمیٹی نے حکومت کو مشورہ دیا کہ مدرسہ عالیہ کے اینگلو عربیک شعبہ کو کالج میں تبدیل کر دیا جائے اور صرف ان لوگوں کو داخلہ دیا جائے جنھوں نے انٹرنس کا امتحان عربی میں پاس کیا ہو۔ تاہم حکومت نے اس مشورہ پر عمل درآمد میں پس و پیش کیا اور ہگلی اور کلکتہ کے مدرسوں کے تعلیمی اور انتظامی نظام میں ضروری اصلاحات کرنے کے لئے ایک مینجنگ کمیٹی قائم کی۔ اس کمیٹی میں ۵ یورپی اور ۵ مسلمان ممبر تھے۔ جن میں منشی (بعد ازاں نواب) عبداللطیف اور منشی (بعد ازاں رائٹ آنریبل جسٹس) سیّد امیر علی بھی شامل تھے۔ کمیٹی کا پہلا اجلاس ۵ راپریل ۱۸۷۱ء کو ہوا جس میں جسٹس جے۔ پی۔ نارمن کو صدر اور عبداللطیف کو اس کا آنریری سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ اس

کمیٹی نے اپنی پہلی رپورٹ جون ۱۸۷۱ء میں پیش کی اور تحقیقاتی کمیٹی کی طرح حکومت کو مشورہ دیا کہ مدرسہ عالیہ کو اینگلو عربیک اسکول میں تبدیل کر دیا جائے اور اینگلو پرشین شعبہ کا درجہ ہائی اسکول تک بڑھا دیا جائے۔ تعلیمات عامہ کے ڈائریکٹر نے اس کی زبردست مخالفت کی لیکن حکومت بنگال نے اسے منظور کر لیا۔ تاہم ماتحت ہندو افسروں کے خیال سے حکومت نے اس بات کو بے انصافی پر مبنی سمجھا کہ اس تجویز پر عمل درآمد کے لئے ضروری سرکاری فنڈ کو صرف ایک خاص طبقے کے استعمال کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

تاہم اس نازک مرحلہ پر عبد اللطیف لفٹیننٹ گورنر سر جارج کیمبل کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جن کے کہنے پر حکومت ہندوستان نے ۱۸۷۳ء میں حکومت بنگال کو ہگلی محسن کالج (جو بعد ازاں ہگلی کالج کہلایا) کو چلانے کے لئے ۵۰ ہزار روپے سالانہ گرانٹ کی منظوری دے دی اور ۵۵ ہزار روپے کی وصولی کے لئے، جو ہر سال محسن فنڈ سے لی جاتی تھی، احکام جاری کر دیئے۔ یہ رقم اور مدرسہ عالیہ کلکتہ کو ۳۸ ہزار روپے کی سرکاری گرانٹ کُل ملا کر ۹۳ ہزار روپے ہو گئی۔ جس کی بدولت کلکتہ اور ہگلی کے مدرسوں کی اصلاحی اسکیموں کا تحفظ کر لیا گیا۔ اس فنڈ سے ڈھاکہ، راجشاہی اور چٹاگانگ میں تین نئے مدرسے قائم کئے گئے۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ طلبہ کے رہنے کے لئے ہوسٹل قائم کئے گئے۔ بنگال بھر میں پڑھنے والے غریب اور ہونہار مسلمان طلبہ کے لئے وظائف مقرر کئے گئے اور کلکتہ میں زیر تعلیم مسلمان طلبہ کی اسکولوں اور کالجوں کی دو تہائی فیس کی ادائیگی کے انتظامات کئے گئے۔ خوش قسمتی سے حکومت بنگال نے بھی نو سرکاری ضلع اسکولوں میں عربی اور فارسی کے اساتذہ کے تقرر کے احکام جاری کر دیئے۔

عرصے سے عبد اللطیف آزاد خیال لیڈروں سے تعاون کر کے حکومت پر ایسے انگلش کالج قائم کرنے کے لئے زور دے رہے تھے جن کے دروازے تمام فرقوں کے طلبہ کے لئے کھلے ہوں۔ عبد اللطیف کا یہ خواب ۱۸۷۳ء میں کلکتہ میں پریذیڈنسی کالج کے قیام سے شرمندۂ تعبیر ہو گیا۔ اس کالج نے مسلمان طلبہ کے لئے اعلیٰ انگریزی تعلیم کے مواقع خاص طور پر بہم پہنچائے۔ یہ سب کام عبد اللطیف کی ۱۲ سالہ بے لوث اور انتھک کوششوں کی بدولت انجام کو پہنچے۔ وہ انتہائی مایوس کن حالات میں بھی ڈٹے رہے اور انھوں نے خدا پر بھروسہ رکھا۔ چنانچہ اُن کی ان مساعیٔ جمیلہ سے بنگال میں مسلم تجدّد پسندی کی مضبوط ترین داغ بیل پڑ گئی۔

عبد اللطیف کی ادبی سرگرمیوں، مغربی اور مشرقی علوم کی ترقی کے لئے ان کی کوششوں اور

عوامی خدمات کے اعتراف میں گورنر جنرل لارڈ ایلگن نے ۱۸۶۳ء میں ان کو کلکتہ یونیورسٹی کا فیلو مقرر کیا جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، ۱۸۶۷ء میں ان کو طلائی تمغہ دیا گیا۔ اس کے علاوہ ۱۸۸۰ء میں نواب کا خطاب ۱۸۸۳ء میں "آرڈر آف دی کمپینین آف انڈین ایمپائر" اور ۱۸۸۷ء میں نواب بہادر کا خطاب دیا گیا۔ ان کو ریاست نیپال کے لئے گورنر جنرل کا ایجنٹ بھی مقرر کیا گیا۔ لیکن بنگال کے مسلمانوں کی خدمات میں وہ جس طرح مصروف تھے، اس کے پیش نظر وہ یہ عہدہ قبول نہ کر سکے۔ ۱۹۱۵ء میں ان کی وفات کے ۲۲ برس بعد کلکتہ یونیورسٹی کے سینیٹ ہال میں ان کا مجسمہ نصب کیا گیا اور اس آخری موقع پر عظیم ہندو لیڈر سر سندر ناتھ بینرجی نے کہا کہ بنگال کے مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کا بانی ہونے کا سہرا نواب عبداللطیف کے سر ہے۔ سر اشوتوش مکرجی کے الفاظ میں وہ سچے محبِّ وطن اور بنگال کے مسلمانوں کے سب سے بڑے محسن تھے۔ اور انھوں نے اپنے ہم مذہبوں میں مغربی اور مشرقی علوم کی ترویج کے لئے جو کام کیا ہے، اتنا کسی اور نے نہیں کیا۔ عبداللطیف کے سنگ مرمر کے مجسمے کی نقاب کشائی کرتے ہوئے کلکتہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے کہا کہ جس طرح سر سیّد نے شمالی ہندوستان اور پنجاب میں مسلمانوں کے لئے خود کو وقف کر دیا اور جس طرح ملک کے بالائی حصے کے لوگ سر سیّد کے ممنونِ احسان ہیں، اسی طرح بنگال کے مسلمان بھی عبداللطیف کے ممنون احسان ہیں۔ ان میں سے اوّل الذکر موخر الذکر کے قابل قدر ساتھی اور شریک کار تھے۔ ان میں سے ایک کی شخصیت نے دوسرے کو ولولہ اور حوصلہ بخشا۔ اس موقع پر مسلمانوں، ہندوؤں اور انگریزوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ عبداللطیف ہر اس کام میں سب سے آگے تھے، جس سے ان کے ہم وطنوں کے حالات سدھرتے اور ان کو ترقی نصیب ہوتی۔ اس موقع پر سب اس بات پر متفق تھے کہ کلکتہ میں جتنی بھی عوامی تحریکیں ابھریں ان میں عبداللطیف نے نمایاں طور پر مسلمانوں کی نمائندگی کی اور یہ کہ بنگال کے مسلمانوں میں تعلیم و ترقی کی جس طرح حوصلہ افزائی کی، کوئی اور شخص نہیں کر سکا۔

حواشی و حوالہ جات

لے ڈاکٹر احمد حسن دانی:- Dacca. A record of its changing fortunes. اشاعت دوم۔ ڈھاکہ ۱۹۶۲ء صفہ ۱۲۰ اور Hindoo patriot کلکتہ ۲۶ر اکتوبر ۱۸۶۳ء عبداللطیف اور سر سیّد پر تبصرہ۔

تفصیل نیچے آئے گی۔

۳۔ ۱۹۱۵ء میں کلکتہ یونیورسٹی کے سینٹ ہال میں عبداللطیف کے مجسمے کی نقاب کشائی کی تقریب پر جو تقریریں ہوئیں، وہ "نواب عبداللطیف" نام کے مجموعہ میں چھپی ہیں۔ یہ مجموعہ ڈھاکہ میوزیم میں ہے۔

۴۔ ملاحظہ ہو اسی مصنف کی کتاب Muslim struggle for freedom in Bengal. ڈھاکہ ۱۹۶۰۔ ص۳۱

اور عبداللطیف کی کتاب A short account of my public life. کلکتہ ۱۸۸۵ء (ڈھاکہ میوزیم میں محفوظ ہے)

۵۔ Amenius vambery :- western culture in Eastern lands. لندن ۱۹۰۶ء ص۱۸۹

۶۔ (ڈاکٹر) قاضی عبدالمنان "بنگالی مسلمانیر شکشا اندولن او بنگلا شاہتو"۔ بنگلا اکیڈمی پتر کا۔ ج ۵ نمبر ۲۔ سراون اشوین ۱۳۶۸۔ بی۔ ایس ص۲۸ آف رئیس اینڈ رعیت۔ کلکتہ: ہفتہ ۱۵ جولائی ۱۸۹۳ء

۷۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر اے۔ آر۔ ملک کی کتاب British policy and the Muslim in Bengal. ڈھاکہ ۱۹۶۱ء ص۵۶ کلکتہ ریویو بیں فٹ نوٹ ۳۱۔ ج ۳۴۔ ۱۸۶۰ء ص۳۵۸۔ تفصیلات کے لئے دیکھیے۔ پارلیمنٹری پیپرز ج ۴۴۔ ۱۸۶۱ء۔ نیل (Indigo) کمیشن کے متعلق سوال نمبر ۳۶۰۸ کا جواب۔ ۸۔ ملاحظہ ہو قاضی عبدالمنان محولہ بالا ص۱۹-۲۰! عبداللطیف کی کتاب محولہ بالا ص۹-۱۰ اور موصوف کا دوسرا پمفلٹ: A short account of my humble efforts to promote education specially among the Mahomodans. ۱۸۸۵ء۔ ص۸ (ڈھاکہ میوزیم میں محفوظ ہے)۔ ۹۔ ڈاکٹر اے۔ آر۔ ملک۔ محولہ بالا ص۲۴۶-۲۴۷۔ مولانا عبدالستار: تاریخ مدرسہ عالیہ۔ ڈھاکہ ۱۹۵۹ء۔ جزو ۱ ص ۱۰۸۔ ۱۰۔ قاضی عبدالمنان محولہ بالا ص۱۹۔ ڈاکٹر اے۔ آر۔ ملک محولہ بالا ص۲۵۱-۲۵۳۔ مولانا عبدالستار محولہ بالا جزو ۱ ص۱۱۲-۱۱۷۔

۱۱۔ قاضی عبدالمنان۔ محولہ بالا ص۲۰۔ ۱۲۔ ملاحظہ ہو نواب عبداللطیف کے مجسمہ کی نقاب کشائی پر تقریریں، محولہ بالا۔ ۱۳۔ ایضاً (انگریزی سے ترجمہ)